حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ

اور

شیخ محمد بن عبد الوہابؒ

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کا ذکر "فیض الباری" میں

استاذنا حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے درس بخاری کی ایک تقریر "فیض الباری" کے نام سے شائع ہو چکی ہے، اس میں ایک جگہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کا بھی ذکر آیا ہے اور اُن کے بارے میں ایسے نامناسب الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو اس عاجز کے نزدیک خلافِ واقعہ بھی ہیں اور حضرت استاذؒ کے علمی مقام اور ان کے باوقار طرزِ بیان سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتے ـــــ ہماری جماعت کے بعض اہلِ علم نے راقم سطور کو توجہ دلائی کہ جس طرح حضرت مولانا خلیل احمدؒ اور حضرت مولانا حسین احمدؒ کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے اسی طرح "فیض الباری" کی اس عبارت کی وضاحت کی جائے ـــــ اِن حضرات کے توجہ دلانے پر میں نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی۔

فیض الباری کی اسی عبارت میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی "تقویۃ الایمان" کے متعلق بھی ایسی رائے ظاہر کی گئی ہے جو اس عاجز

کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور میں یقین نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت استاذؒ
کی رائے ہو سکتی ہے ـــــــ آئندہ صفحات میں "فیض الباری کی
اس عبارت ہی کے متعلق عرض کیا جارہا ہے، والمسئول من اللہ
تعالیٰ توفیق الصواب والسداد۔

فیض الباری کی نوعیت اس سلسلے میں سب سے پہلے قابل ذکر اور ناظرین کے لئے
قابل لحاظ بات یہ ہے کہ "فیض الباری" استاذنا حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے، اس کی نوعیت یہ ہے کہ اُن کے ایک فاضل
شاگرد حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی (ثم المدنی) رحمۃ اللہ علیہ نے جو جامعہ اسلامیہ
ڈابھیل، ضلع سورت میں، استاذ بھی تھے کئی سال حضرت شاہ صاحبؒ کے درس
بخاری میں شرکت کی اور حضرت کے درسی افادات قلمبند کرنے کا اہتمام کیا، اُن
کا ارادہ تھا کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزر جانے کے بعد وہ اس کی
اشاعت کا اہتمام کریں گے، لیکن اس کی نوبت نہیں آسکی اور ۱۳۵۲ھ کے
اوائل میں حضرتؒ کا وصال ہو گیا (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الابرار الصالحین) اس کے
بعد انہوں نے اس کو عربی میں منتقل کیا اور ۱۳۵۷ھ میں وہ چار جلدوں میں مصر
سے چھپ کر شائع ہوئی ـــــــ بلاشبہ حضرت مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کا ہم لوگوں
پر بڑا احسان ہے کہ اُن کی محنت و کاوش کے طفیل حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے
علوم و معارف اور افادات کا خاصا حصہ محفوظ ہو گیا۔ لیکن بہر حال اس کی حیثیت

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کی نہیں ہے ــــــ اس بارے میں اُس کے مقدمہ نگار اور اس کی طباعت کا اہتمام فرمانے والے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ نے اپنے مقدمہ میں ص ۳۱ پر اور خود مولانا میرٹھی رح نے صفحہ ۷۰-۷۱ پر جو کچھ لکھا ہے فیض الباری کے ناظرین کے لئے اس کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔[1]

راقم سطور کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ خود حضرت مولانا بدر عالم علیہ الرحمۃ کو اس کا احساس تھا کہ اس میں مسامحات ہیں اور انہوں نے مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام میں اُس پر نظر ثانی اور اصلاح و تصحیح کا کام شروع کر دیا تھا لیکن ابھی تھوڑا سا کام ہوا تھا کہ وہ اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہو گئے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

فیض الباری میں شاہ اسمٰعیل شہید اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر

فیض الباری کے اس مختصر تعارف کے بعد عرض ہے کہ اس کی پہلی جلد میں ایک جگہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح اور ان کی "تقویۃ الایمان" کے ذکر کے ساتھ بالکل سرسری انداز میں اور ضمنی طور پر صرف دو سطر میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر کیا گیا ہے، اور غالباً

---

[1] مولانا بنوری رح نے حضرت مولانا بدر عالم علیہ الرحمہ کی اس خدمت کا پورا اعتراف کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے۔ ولا یمکن ان یدعی انہ عصم عن الخطا فیما جمعہ ...... ولا ان یدعی اصابتہ فی تنقیح جمیع ما وصل الیہ من الشیخ وتحریرہ وتفصیلہ ولا ان یدعی اصابۃ المرمی فی فہم جمیع ما سمعہ ووعاہ (ص ۳۰) ــــــ اور خود حضرت مولانا میرٹھی رح نے اپنے مقدمہ کے آخر میں تحریر فرمایا ہے "وبعد فلم اخلص فیہ من السھو والاغلاط بالانواع کلّھا"، ص ۷۰ (واضح رہے کہ فیض الباری کے نئے لاہوری ایڈیشن میں مولانا بنوری کے مقدمہ میں تحریف کر کے اُسے یکسر بدل دیا گیا ہے۔ معراج محمد)

صرف اس مناسبت سے وہاں ان کا ذکر آگیا ہے کہ اپنے اپنے علاقے اور اپنے اپنے دور میں یہ دونوں حضرات توحید خالص کے علمبردار رہے ہیں اور دونوں نے قبر پرستی وغیرہ مشرکانہ اعمال کے خلاف جہاد کیا ہے اور دونوں ہی کے خلاف اُن کے مخالفین نے یکساں پروپیگنڈہ کیا ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں بھی کیا جا چکا ہے۔

جس سلسلہ کلام میں شاہ اسماعیل شہید اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر آیا ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ ناظرین کے سامنے اس کو کسی قدر تفصیل اور وضاحت سے پیش کیا جائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب العلم میں ایک باب قائم کیا ہے "باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة" —— اور اُس کے ذیل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ وہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے —— مولانا میرٹھیؒ نے اس موقع پر حضرت شاہ صاحب کی جو تقریر نقل فرمائی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری اس باب کے ذریعہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس طرح درس یا وعظ کے لئے کسی مخصوص دن یا وقت کا تعین کر لینا "بدعت" نہیں ہے —— (اس کے آگے "بدعت" کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے) —— اور میرے نزدیک بدعت وہ عمل ہے جس کی کوئی شرعی سند نہ ہو اور اس کا رنگ روپ دینی ہو، اسی لئے موت اور غمی کے

سلسلہ کی رسوم (مثلاً تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ) کو بدعت کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں عبادت کا رنگ ہوتا ہے اور ان کو دینی عمل سمجھ کے کیا جاتا ہے، بخلاف شادی وغیرہ کی رسوم کے، کیونکہ ان کی نوعیت لہو ولعب کی اور تفریح کی ہوتی ہے ان کو دینی اعمال میں سے نہیں سمجھا جاتا اس لیے اُن کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

اس کے بعد مولانا میرٹھی نے حضرت استاذؒ کی تقریر کے سلسلہ سے الگ "فائدہ" کا عنوان قائم کر کے چند سطر کی ایک عبارت لکھی ہے جس میں پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ایک تصنیف "ایضاح الحق الصریح" کے بارے میں لکھا ہے کہ "رسومات و بدعات کے رد میں وہ بہت اچھی کتاب ہے، اُس میں علمی مضامین ہیں" ——— راقم سطور عرض کرتا ہے "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیّت والضریح" بلاشبہ مولانا شہیدؒ کی بڑی فاضلانہ اور محققانہ تصنیف ہے، یہ فارسی زبان میں ہے۔

فیض الباری اور تقویۃ الایمان

آگے مولانا میرٹھی مرحوم نے اس کتاب (ایضاح الحق) کی مذکورہ بالا تعریف کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ "ایضاح الحق" مولانا شہید کی دوسری مشہور کتاب "تقویۃ الایمان" سے بہتر ہے، "تقویۃ الایمان" میں شدت ہے اس لئے اُس سے بہت کم نفع ہوا۔ مولانا میرٹھیؒ کے اصل الفاظ یہ ہیں "وکتابہ تَقْوِیَۃُ الْاِیْمَانِ فِیْہِ شِدَّۃٌ فَقَلَّ نَفْعُہٗ"۔

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ "تقویۃ الایمان" کے بعض مضامین میں بلاشبہ بظاہر ایک طرح کی شدت ہے، لیکن یہ اسی طرح کی شدت ہے جو قرآن پاک میں شرک اور اہل شرک کے بارے میں استعمال کی گئی ہے، اور اس عاجز کے نزدیک اُس وقت کا تقاضا یہی تھا کہ مسلمانوں میں فروغ اور رواج پائی ہوئی شرک کی تمام صورتوں پر ایسی ہی سخت ضرب لگائی جائے جیسی شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان کے ذریعہ لگائی اور اُس کے بعد ہی سے قبر پرستی، تعزیہ پرستی، اولیاء پرستی وغیرہ مشرکانہ اعمال کے خلاف وہ کھلی جنگ شروع ہوئی جس کی ضرورت تھی، —— اور جس شخص کی نظر میں ہندوستانی مسلمانوں کی گزشتہ ڈیڑھ صدی کی مذہبی تاریخ ہے، اُس کو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ تقویۃ الایمان سے غیر معمولی نفع پہنچا اور اللہ کے لاکھوں بندوں کو اُس سے ہدایت ہوئی۔

تقویۃ الایمان کے بارے میں جماعت دیوبند کے اکابر و مشائخ کی رائے

"ارواح ثلاثہ" میں ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد امیر شاہ خاں صاحب مرحوم کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"تقویۃ الایمان سے بہت ہی نفع ہوا، چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے اور اُن کے بعد جو کچھ نفع ہوا اُس کا تو اندازہ ہی نہیں۔"

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے

اس ارشاد پر حاشیہ لکھا ہے کہ:

"اس پر مولانا رومی کا شعر یاد آگیا:

کعبہ راہر دم تجلی مے فزود

این ز اخلاصات ابراہیم بود

(ارواحِ ثلاثہ ص۸۲)

"فتاویٰ رشیدیہ" کے متعدد فتووں میں بھی حضرت گنگوہیؒ نے تقویۃ الایمان کی بہت تعریف فرمائی ہے ــــ ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص۴۳ و ص۱۱۵ و حصہ سوم ص۱۵-۱۶

اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے "جہد المقل" میں تقویۃ الایمان بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"اس میں نصوص صریحہ سے نہایت سلاست کے ساتھ مضامین توحید کو اچھی طرح بیان فرمایا اور قدرتِ حق تعالیٰ شانہ کو جملہ بنی آدم و مخلوقات پر ثابت کر کے اہل شرک و بدعت کو ان کے خیالات باطلہ کی خرابی پر مطلع فرمایا، اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت و صحتِ عقائد نصیب ہوئی۔" (جہد المقل حصہ اول ص۷)

الغرض "فیض الباری" کی زیر بحث عبارت میں "تقویۃ الایمان" کے بارے میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے وہ واقعہ کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے اور

اُس رائے کے بھی خلاف ہے جو اُس کے بارے میں حضرت مولانا محمد انور شاہؒ کے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے اور اُن دونوں کے شیخ و مرشد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے نیز حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ظاہر فرمائی ہے ____ اس بنا پر یہ عاجز مولانا میرٹھی کی اُس عبارت کو جو انہوں نے " فائدہ " کے زیر عنوان لکھی ہے حضرت استاذؒ کی درسی تقریر کا جز اور اس کی ترجمانی نہیں سمجھتا۔

اور آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ خود حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ "سہم الغیب"[۱] میں (جو آپ نے اب سے اسّی[۸۰] سال پہلے دہلی کے زمانۂ قیام میں حلقۂ مبتدعین کے ایک مشہور زبان دراز مولوی صاحب کے ایک رسالہ مسمّٰی "ازالۃ الخفا" کے جواب میں لکھا تھا (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی) تو اس رسالہ "سہم الغیب" میں شاہ صاحب نے جس طرح تقویۃ الایمان کا ذکر فرمایا ہے وہ اس کی روشن دلیل ہے کہ آپ اُس کو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ہدایت افروز تصنیف سمجھتے تھے ____ یہ رسالہ سہم الغیب اردو میں ہے اور غالباً اردو زبان میں یہ حضرت شاہ صاحب کی واحد تصنیف و تحریر ہے ____ اس کے شروع میں

---

[۱] اس رسالہ کا پورا نام "سہم الغیب فی کبد اهل الریب" ہے یہ ۱۳۱۸ھ میں تصنیف ہوا اور اسی وقت طبع ہوا تھا۔ یہ قطعاً نایاب ہے۔ اس کی اُردو "حضرت شاہ صاحب کی اُردو" ہے اس لئے عام فہم نہیں ہے، غالباً اسی لئے بعد میں طبع نہیں ہوا ____ راقم سطور کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا ایک نسخہ دستیاب ہو گیا تھا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

دو صفحے میں عربی زبان میں خطبہ ہے (جس کو جدید عرف و اصطلاح میں "پیش لفظ" کہا جا سکتا ہے)، اس خطبہ کی آخری سطروں میں رسالہ "ازالۃ الخفا" کے مصنف کو مخاطب کر کے شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

واعلم انک لا تستطیع ان تمیت شیئاً مما ھدی اللہ بہ الناس علی ید الشیخ الزاھد الورع الشھید مولانا شاہ اسمٰعیل وھل تستطیع ان تمیت ذکر من شھد بحیوتہ الجلیل ---- وھل یترک احد "تقویۃ الایمان" و "الصراط" ویاخذ بقول عاد نفتہ علیک کالضراط"۔[1]

(سہم الغیب ص۲)

جو حضرات عربی زبان کا کچھ ذوق رکھتے ہوں وہ اس عبارت سے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے اکابر و مشائخ حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند اور حضرت حکیم الامت تھانوی رح کی طرح تقویۃ الایمان کو حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رح کی اہم اور ہدایت افروز تصنیف سمجھتے تھے ــــــ

---

[1] اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:
"شرک و بدعات کے حامی، رسالہ "ازالۃ الخفا" کے مصنف جیسے لوگ اپنے پھونکوں سے اس نور ہدایت کو بجھا نہیں سکتے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے شاہ اسمٰعیل شہید رح کے ذریعہ فروغ دیا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص شاہ شہید کی "تقویۃ الایمان" اور "صراط مستقیم" کو چھوڑ کر ان حامیان شرک و بدعت کی بدبودار باتوں کو قبول کرے۔

اس لئے "فیض الباری" کی وہ عبارت جو مولانا میرٹھی نے فائدہ کا مستقل عنوان قائم کر کے لکھی ہے اور جس سے تقویۃ الایمان کے متعلق ایک طرح کی ناپسندیدگی کا تاثر اور احساس ہوتا ہے، اس کو حضرت شاہ صاحب کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب سے متعلق فیض الباری کی عبارت

فیض الباری کی اسی عبارت میں جو مولانا میرٹھیؒ نے ج ۱ ص ۲ پر فائدہ کا مستقل عنوان قائم کر کے لکھی ہے شاہ اسمٰعیلؒ کی "تقویۃ الایمان" کے بارے میں وہ رائے ظاہر کرنے کے بعد جس پر ابھی گفتگو کی گئی، متصلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر کیا گیا ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہاں اُن کا ذکر صرف اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی حضرت شہیدؒ کی طرح توحید خالص کے داعی و علمبردار اور قبر پرستی اور اصحاب قبور سے حاجت طلبی جیسے مشرکانہ اعمال و افعال کے سخت ترین دشمن تھے اور جس طرح شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ہندوستان کے شرک زدہ عوام کے لئے اردو میں "تقویۃ الایمان" لکھی تھی، اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب نے نجد و حجاز وغیرہ ممالک عربیہ کے اُن لوگوں کی اصلاح کے لئے جن میں شرک کے جراثیم تھے ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی تھی جو "کتاب التوحید" کے نام سے معروف ہے۔ اور اسی وجہ سے قبوری بتدعین اِن دونوں حضرات اور ان دونوں کتابوں کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔

(پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی

کتاب "سیف الجبار" میں "تقویۃ الایمان" کو "کتاب التوحید" کی شرح، اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے "الکوکبۃ الشہابیہ" میں اُس کو "کتاب التوحید" کا ترجمہ لکھا ہے) ـــــ الغرض صرف اس مماثلت اور مناسبت کی وجہ سے فیض الباری کی اس عبارت میں شاہ شہیدؒ اور ان کی "تقویۃ الایمان" کے ساتھ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا بالکل سرسری طور پر اور صرف دو سطر میں ذکر کیا گیا ہے اور اُس میں ان کے متعلق بہت سخت اور ناگوار و نامناسب الفاظ میں رائے ظاہر کی گئی ہے ـــــ الفاظ یہ ہیں "انہ کان رجلاً بلیداً قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر"۔

راقم سطور ابھی "تقویۃ الایمان" سے متعلق بحث میں تفصیل سے اور استدلال کی روشنی میں عرض کر چکا ہے کہ "فائدہ" کے ذیل میں لکھی ہوئی عبارت کو حضرت مولانا محمد انور شاہؒ کی درسی تقریر کا جز اور اس کی ترجمانی نہیں سمجھا جا سکتا ـــــ شیخ محمد بن عبدالوہاب سے متعلق مذکورۂ بالا جملہ بھی اسی عبارت میں ہے۔ اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ اور الفاظ بھی اتنے نامناسب ہیں جو حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی مقام اور عالمانہ و باوقار انداز تقریر سے مطابقت نہیں رکھتے ـــــ اس لئے بھی اس عاجز کا گمان یہی ہے کہ فائدہ کے زیر عنوان جو سطریں لکھی گئی ہیں وہ مولانا میرٹھیؒ کا "افادہ" ہے اسی لئے اُس کو انہوں نے درسی تقریر کے سلسلہ سے الگ مستقل عنوان قائم

کر کے لکھا ہے اور یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ جس طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ وغیرہ ہمارے اکابر اور دوسرے بہت سے علماء حق شیخ موصوف کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے تھے اسی طرح مولانا بدر عالم علیہ الرحمۃ بھی متاثر رہے ہوں ـــــ واللہ اعلم۔

اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ فائدہ کے زیر عنوان جو عبارت لکھی گئی ہے وہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ کی درسی تقریر کی ترجمانی ہے تو راقم سطور اپنی علمی کم مائگی کے پورے احساس و اعتراف کے ساتھ یہ عرض کرنے کی جرأت کرے گا کہ پھر ترجمانی میں تسامح ہوا ہے۔

اپنے مقصود مدعا کی مزید وضاحت کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ عقلاً یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ ہمارے اکثر دوسرے اکابر کی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تصانیف "کتاب التوحید" وغیرہ کے مطالعہ کا اتفاق نہ ہوا ہو، اور آپ بھی اُن کے مخالفین کے پروپیگنڈے سے متاثر رہے ہوں۔ لیکن آپ کے تحقیقی مزاج سے یہ بات بہت بعید ہے کہ کسی شخص کی کوئی تحریر و تصنیف دیکھے بغیر صرف مخالفانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اُس کے لئے "بلید" اور "قلیل العلم" جیسے الفاظ استعمال فرمائیں ـــــ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ فرض کرنا ہی بہت مشکل ہے کہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کوئی تصنیف خاص کر "کتاب التوحید" آپ کی نظر سے نہ گزری ہو ——— "کتاب التوحید" اور اس کی شرح "فتح المجید" بھی حضرت شاہ صاحبؒ کی طالب علمی ہی کے دور میں ہندوستان میں شائع ہو چکی تھیں اور آپ کو کتابوں کے مطالعہ کا جو غیر معمولی بلکہ حد سے بڑھا ہوا شغف تھا (جس کا واقفین کو علم ہے) اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات قریباً ناممکن ہے کہ یہ کتابیں آپ کے مطالعہ میں نہ آئی ہوں۔ اور جس شخص نے صرف "کتاب التوحید" کا بھی مطالعہ کیا ہو وہ دلائل کے ساتھ اُس کی بعض باتوں سے اختلاف اور علمی جرح و تنقید تو کر سکتا ہے لیکن اُس کے مصنف کو "بلید" اور "قلیل العلم" نہیں کہہ سکتا، کتاب التوحید میں جس طرح آیات و احادیث سے استدلال و استنباط اور ائمہ سلف کے اقوال سے استناد کیا گیا ہے وہ اس کے مصنف کی ذہانت و فطانت اور دقتِ نظر اور وسعت مطالعہ کا روشن ثبوت ہے ——— اور اگر کوئی شخص اُس کے مطالعہ کے بعد بھی اس کے مصنف کو "بلید" اور "قلیل العلم" کہے تو خود اُس کے علم و فہم اور دیانت کے بارے میں اچھی رائے نہیں قائم کی جا سکے گی ——— بہر حال اِن وجوہ سے راقم سطور پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ رائے رکھتا ہے کہ "فیض الباری" کی زیر بحث عبارت میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں جو لفظ استعمال کئے گئے ہیں، یا تو ان کا حضرت شاہ صاحبؒ کی درسی تقریر سے تعلق ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر ترجمانی صحیح نہیں کی جا سکی ہے

——— واللہ اعلم۔

اِس سلسلہ میں یہاں اس کا اظہار بھی مناسب ہو گا کہ اتنی بات خود راقم سطور کے علم میں بھی ہے کہ استاذنا حضرت مولانا محمد انور شاہؒ شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اُس درجہ کا بڑا عالم اور امامِ وقت نہیں سمجھتے تھے جس درجہ میں ان کے حلقہ میں اُن کو سمجھا جاتا ہے۔ ایک موقعہ پر اس عاجز نے اس بارے میں حضرت کا نقطۂ نظر خود حضرت سے سنا تھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی دو خصوصیتیں

اِس موقع پر حضرت استاذ کی دو خصوصیتوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں ——— ایک[1] طرف اپنی ذات اور نفس کے بارے میں اُن میں وہی انکسار و تواضع کی کیفیت تھی جو اہل اللہ اور اصحابِ معرفت میں ہوتی ہے ——— آپ کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے جس کو آپ کے سوانح نگاروں نے تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ سابق ریاست بہاولپور میں جب قادیانیوں سے متعلق وہاں کے تاریخی مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے آپ وہاں تشریف لے گئے تھے تو ایک جلسہ عام میں ایک عالم دین نے آپ کی شان میں کچھ بلند کلمات کہے تو آپ نے اُن کو روک دیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "ان صاحب نے ہمارے بارے میں جو کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ گلی کا کتا ہم سے اچھا ہے[1]"

---

[1] امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں صوفیائے متقدمین میں سے کسی کا یہ ارشاد بار بار نقل فرمایا ہے کہ "معرفت ہر آں کس حرام است کہ خود را بدتر از سگِ فرنگ نداند۔"

توحضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ میں اپنی ذات اور اپنے نفس کے بارے میں ایک طرف تو انکسار و تواضع کی یہ کیفیت تھی۔ اور دوسری[2] شان یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی تبحر کا جو خاص الخاص مقام اور تفقہ فی الدین کی جو عظیم نعمت عطا فرمائی تھی کبھی موقع آتا اور "تحدیث نعمت" کا غلبہ ہوتا تو اس کا اس طرح بر ملا اظہار فرماتے تھے کہ ناواقفوں کو علمی استکبار کا شبہ ہو سکتا ـــــ یہ واقعہ مشہور ہے اور آپ کے سوانح نگاروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا کیا "فتح القدیر" جیسی ہدایہ کی شرح آپ لکھ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے لکھ سکتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے، مجمع عام میں کسی مسئلہ پر تقریر فرما رہے تھے، کسی نے کوئی اعتراض کیا اور اپنی سند میں قاضی شوکانیؒ کا حوالہ دیا ـــــ آپ نے اُس کے جواب میں جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا فرمایا ہے جو قاضی شوکانی کو عطا نہیں ہوا تھا۔[1]

راقم سطور جس کا علم و مطالعہ بہت ہی محدود ہے، قاضی شوکانیؒ کی علمی عظمت و جلالت کا دل سے معترف ہے، اس عاجز کے نزدیک تو اُن کی صرف دو کتابیں تفسیر[1] فتح القدیر اور شرح حدیث میں "نیل الاوطار"[2] مجھ جیسوں سے اُن کی علمی عظمت کا لوہا منوانے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن حضرت استاذ

---

[1] یہ واقعہ حضرت استاذؒ کی کشمیر سے شائع ہونے والی سوانح حیات "الانور" میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور راقم سطور نے خط و کتابت کے ذریعہ بھی اس کی پوری تحقیق کی ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ناچیز اس کو بھی برحق سمجھتا ہے ـــــــ جن لوگوں نے حضرت کو نہیں دیکھا اور نہیں پایا وہ غالباً اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ اسی چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں، ہندوستان ہی میں کوئی ایسا عالم بھی گزرا ہوگا جو عرب وعجم کے متعدد کتب خانوں کا گویا حافظ اور اپنے علمی تبحر اور تفقہ فی الدین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن دقیق العید اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا (کسی درجہ میں) نمونہ تھا۔ اب وہ لوگ معدودے چند ہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے اور حضرت سے علمی استفادہ کرنے کا موقع ملا تھا۔ آپ کے اکثر افاضل تلامذہ اور وہ معاصر علماء جو آپ کے علمی مقام سے واقف وآشنا تھے۔ اس دنیا سے جاچکے ہیں، راقم سطور بھی ان خوش نصیبوں میں سے ہے جنہیں حضرت سے تلمذ اور استفادہ کا موقع اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا تھا ـــــــ بغیر ادنیٰ انکسار کے عرض کرتا ہوں نہ اُس وقت اس لائق تھا کہ حضرت کے علمی مقام کو سمجھ سکتا تھا نہ اب اس قابل ہوں۔ لیکن ہم لوگوں کا تاثر اور احساس یہ تھا کہ اس دور میں آپ کا وجود اور آپ کا علمی تبحر "آیۃ من آیات اللہ" ہے اور اب آدھی صدی سے زیادہ مدت گزرنے پر بھی اس تاثر میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔ حالانکہ اس طویل عرصہ میں ہندوستان سے باہر بھی بعض بڑے بڑے اصحابِ علم وفضل کو دیکھا جن کی علمی عظمت سے دل بہت متاثر ہوا، لیکن حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کا تصور کرکے

دل اب بھی یہی کہتا ہے کہ:

"لیکن تو چیزے دیگری"

بہر حال جن لوگوں نے آپ کو پایا اور جن کا علمی استفادے کا آپ سے رابطہ رہا اُن کے نزدیک آپ کے لئے زیبا تھا کہ اگر ضرورت داعی ہو تو "تحدیثاً بنعمۃ ربہ" آپ فرمادیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا فرمایا ہے جو قاضی شوکانیؒ کو عطا نہیں ہوا تھا ـــــ یا ـــــ اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے"۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ ممکن ہے حضرت استاذؒ نے اسی طرح کی کوئی بات سلسلہ کلام میں فرمائی ہو اور مولانا میرٹھیؒ نے عربی میں اُس کی ترجمانی اور تعبیر "کان رجلاً بلیداً قلیل العلم" کے الفاظ میں کی ہو، لیکن ظاہر ہے کہ یہ تعبیر اور یہ انداز گفتگو ہرگز حضرت شاہ صاحبؒ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

تکفیر کے بارے میں بے احتیاطی اور جلد بازی

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق "فیض الباری" کی زیرِ بحث عبارت میں آخری بات اُن کے بارے میں یہ کہی گئی ہے ـــــ کان یتسارع الی الحکم بالکفر ـــــ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ تکفیر کے بارے میں جلد باز اور غیر محتاط تھے۔

تو اگرچہ راقم سطور "فیض الباری" صـــ پر "فائدہ" کے ذیل میں لکھی

ہوئی پوری عبارت کو مذکورہ بالا وجوہ اور قرائن کی بنا پر حضرت مولانا محمد انور شاہ کی تقریر کا جز نہیں سمجھتا ـــــ لیکن اس کا امکان ہے کہ وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کو تکفیر کے بارے میں غیر محتاط سمجھتے ہوں ـــــ اُن کے بارے میں یہ رائے بہت سے اُن علماء نے بھی ظاہر کی ہے جن کو اُن کا معاند مخالف نہیں کہا جا سکتا ـــــ علامہ قاضی شوکانی یمنی " شیخ محمد کی دعوت اخلاصِ توحید واتباعِ شریعت اور اس راستہ میں اُن کی جدوجہد اور اُس کے مبارک اثرات ونتائج کے معترف اور بڑے قدر دان ہیں ـــــ انہوں نے اپنی کتاب "البدر الطالع" میں ایک جگہ اس دعوت کی علمبردار نجدی حکومت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"ہمیں تواتر کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ ـــــ بہت سے علاقوں کے لوگ جو پہلے بالکل جاہلیت کی زندگی گزار رہے تھے، اسلام اور اُس کے ارکان وفرائض سے ان کو کوئی تعلق نہیں تھا، کلمۂ شہادت بھی ٹھیک سے نہیں پڑھ سکتے تھے، اس دعوت اور حکومت کے دائرہ میں آجانے کے بعد اُن میں یہ تبدیلی آئی کہ اب وہ وقت پر نمازیں پڑھتے ہیں اور دوسرے ارکان اسلام بھی بہت اچھے طریقہ سے ادا کرتے ہیں۔" (ملخصاً)

لیکن پھر اس کے آگے متصلاً لکھتے ہیں کہ :

ولکنهم یرون ان من	لیکن ان لوگوں کا خیال ہے کہ جو لوگ
لم یکن داخلاً تحت	اُن کی جماعت اور نجدی حکومت کے
دولة صاحب نجد و	دائرہ میں شامل نہیں ہیں اور نجد کے
ممتثلاً لاوامرہ خارج	سعودی حکمراں کے احکام کی تابعداری
عن الاسلام۔	نہیں کرتے وہ اسلام سے خارج ہیں۔

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

ومن جملة مابلغنا	اور نجدی حکومت کے بارے میں جو باتیں
عن صاحب نجد انه	ہم تک پہنچی ہیں اُن میں سے ایک بات
یستحل سفك دم	یہ بھی ہے کہ وہ ایسے آدمی کو قتل کردینا
من لم یحضر	درست سمجھتے ہیں جو نماز جماعت کے ساتھ
الصّلوة فی جماعة	ادا نہ کرے (اگرچہ منفرداً نماز ادا کرتا ہو)
وھذا ـــــــ ان	اور یہ بات جو ہم تک پہنچی ہے ـ اگر صحیح
صح ـــــ غیر مناسب	اور واقعی ہے ـــ تو یہ یقیناً قانونِ شریعت
لقانون الشرع۔	کے خلاف ہے۔

آگے اس مسئلہ کی وضاحت کرنے کے بعد علامہ قاضی شوکانیؒ نے لکھا ہے:

وتبلغ عنهم اشیاء	اور ان کے علاوہ بھی بہت سی باتیں اس

الله اعلم بصحتها و	نجدی جماعت اور حکومت کے بارے
بعض الناس یزعم	میں ہم تک پہنچی ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے
انہ یعتقد اعتقاد	کہ وہ کہاں تک صحیح ہیں اور بعض لوگوں کا
الخوارج وما اظن	خیال ہے کہ یہ جماعت خارجیوں کے عقائد
ان ذالک صحیحًا۔	رکھتی ہے۔ اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہ
(البدر الطالع ص۵-۶ ج۲)	بات صحیح ہوگی۔

علامہ قاضی شوکانی رح کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اخلاص توحید و اتباع شریعت کے معترف اور قدردان ہونے کے باوجود اُن کے اور ان کی جماعت کے بارے میں ان کی اطلاعات و معلومات یہ تھیں کہ وہ اپنے علاوہ سب مسلمانوں کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور صرف جماعت کے تارک کو بھی کافر اور مباح الدم قرار دیتے ہیں اور اُن کے عقائد خارجیوں والے ہیں ـــــ الغرض جب (یمن کے) قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا تو بالکل مستبعد نہیں کہ استاذنا حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی اطلاعات کی بنا پر شیخ محمد بن عبدالوہاب رح کے متعلق یہ رائے قائم کی ہو کہ وہ تکفیر کے معاملہ میں جلدباز اور غیر محتاط تھے۔ اور اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ علامہ شوکانی کی کتابیں حضرت شاہ صاحب کی نظر سے گزری تھیں، تو ہو سکتا ہے کہ "البدر الطالع" کے مطالعہ

ہی سے یہ رائے قائم ہوئی ہو۔

اور نواب صدیق حسن خان مرحوم نے "اتحاف النبلاء" میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے تذکرہ ہی میں ذکر کیا ہے کہ تیرھویں صدی کے ایک عالم سید داؤد بن سلیمان بغدادی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں ایک رسالہ "صلح الاخوان" کے نام سے لکھا تھا، جس میں اُن کے ساتھ شیخین ابن تیمیہ اور ابن القیم پر بھی خوب لے دے کی گئی تھی، ___ علامہ قاضی شوکانیؒ کے ایک فاضل شاگرد شیخ محمد بن ناصر حازمی نجدی (م ۱۲۸۳ھ) نے بطور محاکمہ کے ایک رسالہ لکھا جس کا نام تھا "فتح المنان فی ترجیح الراجح وتزئیف الزائف من صلح الاخوان"۔ اس میں مصنف (شیخ محمد بن ناصر حازمی) نے اولاً شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مختصر سوانح حیات کا اچھے انداز میں تذکرہ کیا ہے ___ اس کے بعد رسالہ کے اصل موضوع کے سلسلہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "تکفیر" اور "قتال" کے بارے میں سید داؤد نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف جو لکھا ہے وہ صحیح اور مبنی بر انصاف ہے ___ اور شیخین (ابن تیمیہ وابن قیم) کے بارے میں "صلح الاخوان" کے مصنف نے جو لکھا تھا اس کی پوری قوت سے تردید کی ہے اِس سلسلۂ کلام میں اُن کے آخری الفاظ یہ ہیں:

هما عالمان	یہ دونوں بزرگ عالم با عمل ہیں صاحبِ
عاملان تقيان	تقویٰ ہیں اور بے لوث ہیں ثقہ ہیں اور

منصفان تعبا	صاحب عدل وانصاف ہیں انہوں نے
لا نفسھما واَدّیا	دین کی راہ میں تکلیفیں اٹھائیں اور اپنا
ما علیھما۔	فرض ادا کر کے اللہ کے ہاں پہنچ گئے۔

بہر حال شیخ محمد بن ناصر حازمی جو شیخ محمد بن عبدالوہاب سے عناد رکھنے والے مخالفین میں نہیں تھے، بلکہ فی الجملہ ہمدردی رکھتے تھے اور اُن کی کتابوں سے ناواقف بھی نہیں تھے (جیسا کہ ان کے رسالہ "فتح المنان" سے ظاہر ہوتا ہے) تکفیر کے بارے میں وہ بھی اُن کے رویہ کو قابل اعتراض اور قابل نکیر سمجھتے تھے۔ پس ہو سکتا ہے کہ یہی حال اور یہی موقف اس مسئلہ میں ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رہا ہو۔

شیخ محمد بن ناصر حازمی کا رسالہ "فتح المنان" جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اُس کا طویل اقتباس نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب ہی کے ترجمہ اور تذکرہ میں اپنی کتاب "اتحاف النبلاء" میں نقل کیا ہے بلکہ گویا اُسی سے ان کی زندگی کے حالات لکھے ہیں —— راقم سطور نے جو کچھ لکھا ہے وہ اسی سے ماخوذ ہے۔

(اتحاف النبلاء ص ۴۱۳ ترجمہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی)

نواب صاحب مرحوم نے "اتحاف" میں شیخ محمد بن ناصر حازمی کا ترجمہ بھی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۴۲۰)

اس کے علاوہ ہندوستان کے اکابر علماء اہلحدیث کا موقف بھی یہی تھا کہ وہ "تکفیر" اور "قتال" کے مسئلہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور اُن کی جماعت سے اپنا اختلاف اور برارت ظاہر کرتے تھے۔

مرحوم مولانا مسعود عالم ندوی سلفی جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے بڑی تحقیق اور محنت و کاوش سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی سیرت لکھی، جو آب سے قریباً ۳۵ سال پہلے شائع ہوئی تھی (اور جو شیخ موصوف کو امت کے اصحاب عزیمت مجددین میں شمار کرتے ہیں) انہوں نے اپنی اس کتاب (محمد بن عبدالوہابؒ) کے صفحہ ۱۷۵ کے حاشیہ میں جماعت اہل حدیث کے قدیم ترجمان رسالہ "اشاعۃ السنہ" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"رسالہ اشاعت السنہ (ص جلد ۶ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء) نے ہندوستان کے اہلحدیث حضرات کا اختلاف اس مسلک سے (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کے مسلک سے) ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔"

"اہل حدیثِ ہند، وہابیہ نجدیہ سے تکفیر و قتل اہلِ مخالفین میں مخالف ہیں۔" ص ۲۱۷

اور یہ بات ناقابل فہم ہے کہ اِن "اکابر علماء اہلحدیث" نے شیخ محمد بن عبدالوہابؒ اور ان کی جماعت کے علماء کی کتابیں نہ دیکھی ہوں۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ یہی حال اور موقف اس بارے میں حضرت استاذؒ کا رہا ہو۔

آخر میں راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اس عاجز نے شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے فاضل فرزندوں اور تلامذہ کی جو تحریریں پڑھی ہیں اور اپنے امکان کی حد تک غور سے پڑھی ہیں ــــــ اُن کے مطالعہ سے راقم سطور نے یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ تکفیر کے بارے میں بے باک اور غیر محتاط ہیں۔ اگر ان کی بعض عبارتوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے تو انہی کی دوسری عبارتیں اس کو صاف کر دیتی ہیں ــــــ لیکن اُن کے حلقہ کے مبلغین اور مصنفین کی تحریروں میں اس مسئلہ میں یقیناً کھلا ہوا غلو محسوس ہوتا ہے ــــــ اور اس تاریخی حقیقت میں تو شک شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اُن کے جاہل متبعین میں جہالت کے ساتھ غلو بھی تھا، اُن کے رویہ سے یہی محسوس کیا جاتا تھا کہ وہ اُن مسلمانوں کو جو اُن کے حلقہ میں نہیں تھے کافر و مشرک سمجھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں علامہ قاضی شوکانیؒ کی "البدر الطالع" کے حوالہ سے اُن کا یہ بیان پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ:

"ہمارے یمن کے حاجیوں کے قافلہ کے امیر الحجاج السید محمد بن حسین المراجلی نے خود مجھ سے (علامہ شوکانی سے) بیان کیا کہ ہمارے قافلہ کو نجدی جماعت کی ایک ٹولی ملی تو اس نے مجھے اور میرے ساتھ والے یمن کے سارے حاجیوں کو "کفار" کہہ کے خطاب کیا (ان جماعۃً منھم خاطبوہ ھو ومن معہ فی حجاج الیمن بانھم کفار)۔ (البدر الطالع ج۲ ص۶)

اور یہ بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب سے عقیدت رکھنے

والے اُن کے سوانح نگاروں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اُن کے متبعین میں کچھ بدو لوگ بہت غالی بھی تھے وہ حدود سے تجاوز کرتے تھے۔[ع]

راقم سطور کا خیال ہے کہ غالباً اُن کی جماعت کے اس جاہل اور غالی عنصر کی وجہ سے جماعت زیادہ بدنام ہوئی اور اچھے اچھے لوگوں نے یہ بات لکھی کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت والے اپنے سوا سب مسلمانوں کو کافر، مشرک اور مباح الدم سمجھتے ہیں ــــ علامہ قاضی شوکانی یمنی اور اُن کے ہم عصر علامہ ابن عابدین شامی اور ان جیسے جن دوسرے علماء نے یہ بات لکھی ہے اُن سب کی بنیاد غالباً اس جاہل اور غالی عنصر کا رویہ تھا ــــ اب جب کہ خود شیخ اور اُن کے فرزندوں اور تلامذہ کی کتابیں ہر صاحب علم کو ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں تو براہ راست ان کو دیکھ کر حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ط

ع "محمد بن عبدالوہاب" لاحمد عبدالغفور العطار صفحہ ۱۲۳-۱۶۵-۱۷۵

تصدیق و توثیق

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم

مہاجر مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالےٰ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت فیوضہم

رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند

اس کتاب میں چونکہ جماعت علمائے دیو بند اور اُس کے اکابر کے مسلک و موقف کی وضاحت کی گئی ہے، اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ کم از کم جماعت کے اس دور کے سب سے بڑے دو بزرگوں اور ذمہ داروں کی تصدیق و توثیق بھی کتاب کے ساتھ شامل کر دی جائے۔

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی دامت برکاتہم

کی

تحسین و توثیق، قدر افزائی اور فرمائش

ناظرین کرام کو "مقدمہ" سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مقالہ جو اس کتاب کی شکل میں آپ کے ہاتھ میں ہے، پہلے قسط وار ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ میں شائع ہوا تھا ــــــ "الفرقان" مدینہ منورہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں بھی جاتا ہے، حضرت ممدوح اس مضمون کی قسطوں کو خاص اہتمام کے ساتھ پڑھوا کر سنتے تھے[1]۔ چوتھی قسط "جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ" کے متعلم کے استفسار کے جواب کی آخری قسط تھی (جو "الفرقان" کے ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ (مارچ ۱۹۷۸ء) کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی) اُس کو سننے کے بعد حضرت نے صاحبِ مضمون حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

---

[1] حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، آنکھوں میں نزولِ آب کی وجہ سے خود مطالعہ فرمانے اور تحریر فرمانے سے ایک مدت سے معذور ہیں، دوسروں سے پڑھوا کر سنتے اور دوسروں ہی کے قلم سے لکھواتے ہیں۔

کو ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا جس میں بہت بلند کلمات میں اس مضمون کی تحسین اور اپنی دلی مسرت کے اظہار کے ساتھ بڑی مبارک اور پُر محبت دعاؤں سے بھی نوازا ــــ آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

"اس پورے مضمون کو جتنی جلدی ہو سکے مستقل کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا جائے اور اُس کے پانچ سو نسخوں کا میں پیشگی خریدار ہوں ڈھائی سو نسخے یہاں مدینہ منورہ بھجوا دیے جائیں اور ڈھائی سو سہارنپور۔"

بعد کے ایک دوسرے گرامی نامہ مورخہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء میں یہ بھی فرمایا کہ:

"شیخ محمد بن عبدالوہاب سے متعلق آپ کے مضمون کے بارے میں جو خط پہلے لکھ چکا ہوں اس خط کا مضمون کتاب کے ساتھ (میری طرف سے تصدیق و توثیق کے لئے) شائع کیا جا سکتا ہے۔"

رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت فیوضہم

کی تحریر گرامی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دام مجدہ (رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند) نے جو مقالہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، یہ احقر اس کی قسطوں سے "الفرقان" اور "الداعی" کے ذریعہ برابر مستفید ہوتا رہا اور علمی اور مسلکی طور پر اُس سے حظ وافر حاصل کرتا رہا ____ مولانا ممدوح نے اس مقالہ کے ذریعہ جو کارنامہ انجام دیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ انہی کا حق تھا۔ ساتھ ہی برسوں کی میری وہ تمنا بھی پوری ہو گئی جسے میں بار بار مولانا ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا رہا ہوں کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور اُس خلیج کو پاٹنے اور اُن بدگمانیوں کو دور کرنے کی سعی فرمائیں جو محض غلط اطلاعات اور غلط فہمیوں کی وجہ سے

دین کی خادم اور توحید و سنت کی داعی و حامی، عالمِ اسلام کی دو اہم جماعتوں کے درمیان پیدا ہو گئی تھیں ــــ مولانا کا یہ پُراز معلومات اور مدلل مقالہ جو اس موضوع پر حاوی اور کافی شافی ہے، ہم سب منتسبین جماعت دیوبند خصوصًا خدامِ دارالعلوم کے لئے غیر معمولی طور پر موجب مسرت و طمانیت ہوا ہے ــــ ہم تو اِسے ہی کافی بلکہ بڑی کامیابی سمجھے ہوئے تھا کہ اس بارے میں حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے مختصر فتوے ہی کو (جس کا مولانا نعمانی نے کئی بار تذکرہ فرمایا تھا) متن بنا کر اُس کی شرح کر دی جائے۔ لیکن یہ منجانب اللہ غیبی مدد ہوئی کہ جب مولانا نے قلم اٹھایا تو اس سلسلہ کا نہایت کار آمد اور مفید مقصد مواد جو بطون اوراق میں مدفون تھا ملتا چلا گیا۔ اور یہ مقالہ ایک مستقل رسالہ اور اپنے موضوع پر تشفی بخش کتاب کی صورت اختیار کر گیا جس نے وہ خلیج جو جماعت دیوبند اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کے درمیان بعض مشہور زمانہ بے بنیاد افواہوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی الحمد للہ باحسنِ اسلوب پاٹ دی۔

مولانا نے اس مقالہ میں اپنی جماعت کے مسلک کی وضاحت کے ساتھ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے مسلک و موقف کی بھی وضاحت خود اُن کی تحریروں سے فرمائی، اور ان کی طرف سے مدافعت کی خدمت بھی پورے انصاف اور تحقیق کے ساتھ انجام دی۔

اس مقالہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی

ہے کہ اِن دونوں جماعتوں کے مسلک اور دینی طرزِ فکر میں کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ بڑی حد تک قرب و توافق ہے۔ اس لئے مولانا کا یہ مقالہ محض علمی اور تاریخی و تحقیقی انداز کا نہیں ہے بلکہ امت مسلمہ کی ایک عظیم اصلاحی خدمت بھی ہے جس سے اتحاد بین المسلمین کے اہم ترین اسلامی مقصد کو تقویت پہنچتی ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

اب دلی آرزو ہے کہ یہ بقامت کہتر بقیمت بہتر رسالہ جلد سے جلد اردو و عربی زبانوں میں کتابی صورت میں شائع ہو اور اس سے وہ دینی ملی اور جماعتی مقصد حاصل ہو جس کے لئے مولانا نے یہ لکھا ہے اور جو میری دیرینہ دلی تمنا تھی ـــــ وباللہ التوفیق۔

محمد طیب

رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند (الہند)

۵ ر ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

حدیث کا درایتی معیار

مولانا محمد تقی امینی

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی ۱

قرآن حکیم کے اردو تراجم

تاریخ۔ تعارف۔ تبصرہ۔ تقابلی جائزہ

تالیف

ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف الدین

ایم۔ اے۔ (عربی)۔ ایم۔ اے۔ (فارسی) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بمبئی یونیورسٹی

ناشر

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ۔ کراچی ۱

علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

کی بلند پایہ تصنیف

ایضاح الحق الصریح

کا مستند اردو ترجمہ

بدعت کی حقیقت
اور
اُس کے احکام

مترجم : معراج محمد بارق

قدیمی کتب خانہ ۔ مقابل آرام باغ ۔ کراچی

یہ کتاب حضرت امام بیہقیؒ کی پانچویں صدی کی تالیف شعب الایمان کے مختصر کا ترجمہ ہے۔ جس میں ایمان کی ستتر شاخوں کا تفصیل وار بیان ہے۔ ہر شاخ کا بیان قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

نمونہ کے طور پر:۔

شاخ ۶ :۔ قیامت کے دن پر ایمان لانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ

اُن سے لڑو جن کا خدا پر اور قیامت پر ایمان نہیں۔

حلیمیؒ فرماتے ہیں آخرت پر ایمان لانا یہ ہے کہ دنیا ایک روز ختم ہوگی اور بالکل فنا ہو جائے گی۔ اور یہ جہان ایک دن برباد ہو جائے گا۔ دنیا کے خاتمہ کا مان لینا دنیا کے آغاز کا مان لینا بھی ہے۔ اس لئے کہ ہمیشہ رہنے والی چیز نہ تو فنا ہوتی ہے نہ اس میں ردوبدل ہوتا ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت میں مشغول ہوں گے کہ اچانک قیامت آجائے گی۔ نہ تو وہ اپنا خرید و فروخت کا معاملہ طے کر سکیں گے۔ نہ اس کپڑے کو لپیٹ سکیں گے۔ لوگ اونٹنیوں کا دودھ نکال رہے ہوں گے۔ ابھی پیا بھی نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ الخ

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی ۱